پروفیسر عبدالحی صدیقی

سبحة المرجان

مسلمانانِ پاک و ھند کے علماء کا ایک نایاب عربی تذکرہ

فطرت نے انسان کے حالات میں جو تغیرات پیدا کیے اور انسان نے فطرت پر جو اثر ڈالا ان دونوں کے مجموعے کا نام تاریخ ہے۔ (1) اس کا تعلق اجتماع سے ہے جہاں کہیں انسان موجود ہوتے ہیں اپنی تاریخ خود بناتے ہیں۔ وہ اپنی مجالس میں گرمیٔ محفل کے لیے اپنے بزرگوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے حالات و واقعات کا کچھ نہ کچھ ذخیرہ زبانی یا تحریری شکل میں موجود ہوتا ہے یہی تاریخ اور تذکرہ کی بنیاد ہے۔(2)

عربی زبان میں تذکرہ نگاری کا باقاعدہ آغاز کب ہوا اس بارے میں کوئی قطعی رائے قائم کرنا مشکل ہے۔ البتہ رجال کی "جرح و تعدیل" کے لئے علماء نے جو خصوصی کتابیں مرتب کیں اس نے عربوں میں اس فن کا شعور پیدا کر دیا اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت اور معمولات کی تدوین سے ایک ارفع اور اعلیٰ قسم کی سوانح نگاری کا آغاز ہوگیا۔ اس کے بعد تذکرہ نویسی میں توسیع بڑی تیزی سے ہونے لگی اور جلد ہی نمایاں شخصیات مستقل تصانیف کا موضوع بن گئیں۔

سب سے پہلے نحویوں اور فقہ اللغہ کے مشہور و معروف ماہرین کے تراجم مرتب ہوئے اس کے بعد شعراء اور ادباء کے تذکرے لکھے گیے۔ شعراء کے تذکروں میں ان کے کلام سے اقتباس بھی شامل کیا گیا اور ادباء کے تذکروں میں انکی تصانیف کی فہرست دی جاتی۔ بعض نے ان تذکروں میں شخص واحد کی بجائے ایک ہی قسم کے متعدد لوگوں کا ذکر کیا ہے مثلاً حلیة الاولیاء' اخبار الحافظ' تذکرة الشعراء بعض علماء نے اپنی تالیف میں ایک شہر کے علماء و فضلاء کے حالات جمع کر دیے اس قسم کے تذکروں میں خطیب البغدادی کی تاریخ بغداد اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ ان تاریخوں سے ایسی معلومات حاصل ہوتی ہیں جن کا بڑی بڑی مبسوط تاریخوں میں کہیں پتہ نہیں ملتا۔

ابتدائی دور میں تذکرہ نویس علماء میں سے اکثر محدثین تھے اس لیے انہوں نے صرف روایات پر ہی اعتماد نہیں کیا بلکہ اصول درایت پر بھی انہیں پرکھا کیونکہ اس کے بغیر لغزش کا احتمال باقی رہتا ہے۔ ابن خلدون لکھتے ہیں :-

لان الاخبار اذا اعتمد فیها علی مجرد النقل' ولم تحکم اصول العادۃ وقواعد السیاسۃ وطبیعۃ العمران والاحوال فی الاجتماع الانسانی ولا قیس الغائب منها بالشاھد' والحاضر بالذاھب فربما لم یو من فیھا من العثور۔ (3)

لیکن بعد میں یہ معیار قائم نہ رہ سکا۔ شفاہی روایات کو بغیر تحقیق کے تذکروں میں منتقل کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا اور س طرح مصلحت آمیز اور جانب دارانہ تحریفات کا دروازہ کھل گیا۔ افسانوی اور نیم افسانوی عناصر پر اعتماد کیا جانے لگا اور یہی مواد اس دور کی کتب تاریخ اور تذکروں میں منقول ہوگیا اس جیسی روایات میں اسکندریہ کے کتب خانے کے جلائے جانے کی روایت بھی ہے کہ حضرت سعد بن وقاص نے اس کتب خانے کو امیرالمومنین حضرت عمرؓ کی ہدایات کے مطابق جلا دیا تھا۔ (4)

شاہی خاندانوں کے عروج سے شخصی فرمانروا کی عظمت و اقتدار بھی تذکرہ نگاری پر اثر انداز ہوا اور تذکروں کے صفحات شاہی عظمت و جلال کے لئے وقف ہوگئے۔ انہیں مرتب کرنے کا کام زیادہ تر سرکاری عمال اور درباریوں میں منتقل ہوگیا۔ انشاپردازی اور لفاظی اخفائے حق کا ذریعہ بن گئی۔ قبائلی' سیاسی اور فرقہ وارانہ تعصب نے بھی تذکروں اور تاریخ دونوں کی شکل مسخ کرنے میں ایک موثر کردار ادا کیا آہستہ آہستہ ادبی حلقوں میں انہیں اتنی شہرت حاصل ہوگئی کہ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ اسلامی تاریخ اور تذکرہ نگاری کے مستند نمونے ہیں۔ البتہ محدثین نے کتب سیرت کو دیانتداری اور صداقت کے ساتھ محفوظ رکھا۔

یورپ نے فن تاریخ میں تحقیق کو بظاہر تو اپنا موضوع بنایا لیکن ان کا عام طرزیہ ہے' کہ وہ واقعہ کو اپنی تحقیق کے موافق کرنے کے لئے اسی ترتیب اور انداز سے لکھتے ہیں کہ وہ واقعہ بالکل ان کے اجتہاد کے قالب میں ڈھل جاتا ہے لیکن وہ فن سوانح میں کوئی معیار قائم نہیں کرسکے چنانچہ G.L. Cliffered لکھتا ہے : Hageography کے معنی ہیں مقدسین کے سوانح حیات جن کے بارے میں اصرار کیا جاتا ہے کہ انہیں عام انسانوں سے اونچا دکھا کر محیرا لعقول واقعات اور انسانوں پر مشتمل سوانح عمریاں مرتب کی جائیں۔(5) لیکن مسلمان تذکرہ نگار صاحب ترجمہ کے سوانح بے کم و کاست مختصرا بیان کرتا ہے اور تاریخوں خاص طور پر سال وفات کا تعین انتہائی صحت کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ تحقیقی نظر سے حالات جمع کرتا ہے اس لیے وہ نہ تو کسی انسان کو مافوق البشر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور نہ اسے مجسم گناہ گار کیطور پر پیش کرتا ہے۔

برعظیم پاک و ھند کو اپنے جغرافیائی محل و قوع کے باعث عربی زبان کے مراکز سے براہ راست استفادہ

کرنے کی وہ سہولت میسر نہ آسکی جو ایران' ماوراء النہر اور شمالی افریقہ کے ممالک کو حاصل ہوئی۔ دوسرے یہاں کے مسلمان حکمرانوں کی زبان 9 سو برس تک فارسی رہی ہے عربی یہاں کبھی نہیں بولی گئی اس لئے پاک و ھند میں جو عربی ادب تخلیق ہوا وہ فارسی کے مقابلہ میں بہت کم تھا۔(6) ممکن ہے ان شہروں میں جو عربوں کے عہد حکومت میں متمدن خیال کیے جاتے تھے علماء تصنیف و تالیف میں مصروف رہے ہوں لیکن اس عہد کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ ڈاکٹر زبیر احمد نے اپنی کتاب میں ساتویں' آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے کچھ علماء کا ذکر کیا ہے جو صاحب تصنیف تھے۔(7)

منگولوں کے حملوں کے باعث مسلمانوں کے علمی مراکز تباہ ہوگئے تو ہر طرف سے علماء نے دہلی کا رخ کیا اور بقول فرشتہ سلطان بلبن کا عہد حکومت خیر العصر تھا جس میں بڑے بڑے علماء اور اولیاء یہاں جمع ہوگئے لیکن علمی مراکز کی تباہی سے علوم بھی زوال پذیر ہوگئے اور علماء میں تخلیقی تصانیف پیش کرنے کی صلاحیت مفقود ہوگئی علوم پر جمود طاری ہوگیا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء ان کتابوں کی محض شرحیں اور شرحوں کی شرحیں لکھنے میں مصروف ہوگئے' اور ہر شعبہ میں متقدمین کے اندھے پیرو بن گئے۔ البتہ جو شروح و حواشی پاک و ھند میں لکھے گئے ان کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ دیگر ممالک میں لکھی جانے والی کتب سے زیادہ مفید اور جامع ہیں چنانچہ حاجی خلیفہ نے ملا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی کی اور پروفیسر مارگولیتھ نے البیضاوی کے اس حاشیہ کی بہت تعریف کی ہے جو یہاں لکھا گیا۔(8)

فارسی زبان میں یہاں ادبی تذکرہ نگاری تو بڑے وسیع پیمانے پر ہوئی مگر ابتدائی دور کے تذکروں میں صرف اشعار کا انتخاب ہوتا تھا حالات کا برائے نام بھی ذکر نہ کیا جاتا۔ مرزا صائب کا انتخاب آج بھی موجود ہے جس میں کسی شاعر کا حال برائے نام بھی موجود نہیں لیکن انتخاب اس درجے کا کہ ہزاروں تذکرے اس پر نثار کر دیئے جائیں۔(9) ایسے حالات میں میر غلام علی آزاد بلگرامی پہلے آدمی ہیں جنہوں نے فن تذکرہ نویسی کی لاج رکھ لی اور ذوق صحیح کی داد دی۔ خود لکھتے ہیں:

"پیش ازمن احد آستین سعی بایں درجہ نہ شکستہ و کمر خدمت بزرگاں سلف و خلف بہ ایں جد و جہد نہ بستہ" (10)

آزاد کی تالیفات فن تذکرہ نویسی میں ایک قابل قدر اضافہ ہیں۔ بابائے اردو مولانا عبد الحق لکھتے ہیں۔

"ان کتابوں کے لکھنے میں مولانا نے خاص محنت کی ہے اور صرف کتب تاریخ متداولہ تک ہی تلاش و جستجو کو محدود نہیں رکھا بلکہ اہالی و حوالی شہر سے بھی حالات دریافت کیے نیز سجلات شرعیہ جو بزرگوں کی یادگار سے باقی تھے استفادہ کیا (11) لیکن بقول شبلی نعمانی آزاد نے لب اللباب عوفی یزدی کو پیش نظر نہیں رکھا جو ایک بہترین ماخذ ہے۔

سبحة المرجان فی اثار هندوستان کا سن تالیف 1177ء ہے اور تاریخی مصرعہ ہے یجلو البصیرۃ سبحہ المرجان

آزاد نے اس کی تالیف کے چار مقصد بیان کیے ہیں۔

اول۔ تفاسیر اور احادیث سے وہ روایات جمع کر دی جائیں جن میں ہندوستان کا ذکر آیا ہے۔

دوم۔ ہندوستان کے ان مشاہیر علماء کے حالات قلمبند ہوں جنکی تصانیف سے انکا ذکر خیر باقی رہے۔ یا چند خوش آئند اشعار انکی یادگار ہیں۔

سوم۔ جس طرح عربی زبان میں فن بدیع مدون ہے اس طرح اہل ھند نے بھی یہ فن مدون کیا ہے ان کے اس فن سے اہل عرب کو آگاہ کیا جائے۔

چہارم۔ اہل ھند کے ہاں ایک عجیب الاسلوب فن ہے جس کا نام اسرار النساء ہے، اس فن سے اہل عرب کو آگاہ کرنا۔

فصل اول میں مولف نے تفسیر و احادیث کی کتابوں سے جو روایات جمع کی ہیں یہ زیادہ تر چار اشخاص سے مروی ہیں حضرت عبداللہ بن سلام' حضرت کعب احبار' حضرت وھب بن منبہ' حضرت عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج۔ (12) عبداللہ بن سلام ان سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ اہل حدیث میں سے امام بخاری وغیرہم نے ان پر اعتماد کیا ہے لیکن حضرت کعب احبار اور حضرت وھب بن منبہ سے ایسی ایسی عجیب و غریب اور بے سرو پا روایات درج ہوتی چلی آئی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کی آڑ لے کر احادیث و روایات کی صحت ہی سے انکار کر دیا جائے اس سے ایک فتنہ عظیم اسلام میں پیدا ہو جائیگا۔ مولانا ابو الکلام مرحوم لکھتے ہیں کہ ایسی روایت کی وجہ سے بعض لوگوں نے سرے سے فن حدیث کی تصنعیف و تحقیر شروع کر دی حتیٰ کہ صاف فیصلہ کر دیا کہ حدیثیں اکثر خبر احاد ہیں اور خبر احاد مفید یقین نہیں اس لئے حدیث فی الحقیقت کوئی شے نہیں اس طرح ایک دوسرا عظیم فتنہ پیدا کر دیا۔ (13) اس کی مثال تو کچھ یوں ہے کہ دشمن نے چونکہ مکان کے کسی چھوٹے سے حصے پر قبضہ کرلیا لہٰذا اس سے بچنے کے لئے سارے مکان کو ہی آگ لگا دی جائے۔ حالانکہ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے ہے "کہ کسی علم و فن کو بھی انسانی دماغ نے اس درجہ مرتب و مھذب نہیں کیا جیسا کہ علماء سلف نے فن حدیث کو اور یہ ایک مخصوص شرف و مزیت علمی ہے امہ مرحومہ کی جس میں دنیا کی کوئی قوم شریک و سہیم نہیں۔(14)

ایسی روایات کے بارے میں حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید نے دعوت' نصیحت اور عبرت کے لیے مختلف قوموں کے حالات اور انبیاء کے قصے بیان کیے ہیں لیکن ان کا ذکر تاریخ نگاری کے انداز میں نہیں کیا توراۃ اور انجیل میں ان قصوں کی جزئیات مذکور ہیں جب اہل کتاب اسلام میں داخل ہوئے تو ان کے ذریعہ ان

اخبار و قصص کی تفصیلات لوگوں تک پہنچیں۔ صحابہ کرام جب ان روایات کو سنتے تو حضور اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی کے پیش نظر کہ لا تصد قوا اهل الکتاب و لا تکذبوهم خاموش رہتے۔ اس طرح یہ روایات بعض کتب تفسیر یا حضرت شاہ ولی اللہ کی تقسیم مدراج کتب حدیث کے مطابق تیسرے اور چوتھے درجے کی کتابوں میں شامل ہوگئیں۔(15) آزاد نے یہ تمام روایات درمنشور سے نقل کی ہیں اور اس تفسیر کے بارے میں علماء کے موقف کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

دوسری فصل میں متعدد علمائے ھند کے حالات لکھے ہیں جن کی تعداد 45 ہے ان کی صحیح تاریخ وفات بتائی ہے ان کے علمی کارناموں کا ذکر کیا ہے جس سے بعض غیر معروف علمی کتابوں کا پتہ ملتا ہے اور ضمناً بعض اہم تاریخی واقعات کی صحیح تاریخ کا تعین بھی ہوتا ہے مثلاً امیر تیمور نے ہندوستان کب فتح کیا' فرخ سیر کی تخت نشینی کس سن میں ہوئی اورنگ زیب عالمگیر نے قلعہ ستارہ کب فتح کیا۔ آزاد مرحوم نے جس مقام کا ذکر کیا ہے اس کا محل وقوع بھی بتایا ہے اور اس کا صحیح تلفظ بھی ضبط کیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عربی زبان میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور اچھے ناثر و ناظم تھے۔ انہیں خود بھی اپنی عربی شاعری پر بڑا فخر ہے جس کا انہوں نے جا بجا اظہار کیا ہے۔ انہیں مسجع اور مقفی عبارت لکھنے کا بہت شوق ہے کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے بر محل ہو یا بے محل کدو کاوش سے تلاش کرلیتے ہیں۔

بعض علماء کے تذکرے میں غیر ضروری امور درج کرکے خواہ مخواہ انہیں طویل بنا دیا ہے مثلاً حضرت مجدد الف ثانی کے حال میں پہلے تو انکا وہ مکتوب عربی زبان میں منتقل کیا ہے جس میں انہوں نے اپنے روحانی مدارج کا ذکر کیا ہے، پھر اس پر علماء کا اعتراض اور اس کا جواب نقل کرکے اس کے متعلق مکتوبات سے حضرت مجددؒ کی توضیحات بھی نقل کردی ہیں ایسے مضامین تو صرف اہل تصوف ہی بخوبی جان سکتے ہیں۔ قاضی محب اللہ بہاری کی مسلم العلوم سے لزومیتین کے انتاج کا منطقی مسئلہ نقل کر دیا ہے۔

ملا محمود جونپوری کے حال میں حدوث دہری جیسے دقیق فلسفی مسئلہ کے متعلق شمس بازغہ سے ان کے خیالات نقل کردیے ہیں۔ ان سے البتہ ایک بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے دقیق مباحث سے بخوبی آگاہ تھے اور درسی کتب انہوں نے بڑی محنت سے پڑھی تھیں۔ علماء کے حالات کا اختصار بھی کھلتا ہے غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ماخذوں کا پتہ نہیں لیکن یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ جو لکھا ہے مستند لکھا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ آزاد مرحوم نے سبحۃ المرجان میں مولانا عبدالغنی احمد نگری کا ذکر نہیں کیا جو ان کے ہم عصر اور دوست تھے انہوں نے اپنی تصنیف دستور العلما میں آزاد کا ذکر کیا ہے۔

یہ فصل مطبوعہ نسخہ کے 100 صفحات پر مشتمل ہے آغاز فصل میں کشف الظنون کی عبارت نقل کرکے یہ بتایا ہے کہ علوم شرعیہ کے مولفین و مصنفین کے عجمی ہونے کی کیا وجہ ہے پھر اصحاب تراجم میں سب سے پہلے ابو حفص ربیع کا ذکر کیا ہے۔ آزاد کے نزدیک ھو اول من صنف فی الاسلام یہ بزرگ تبع تابعین سے ہیں اور سندھ میں فوت ہوئے اس نسبت سے تیمنا ان کا ذکر کر دیا ہے۔ سید علی بن سید احمد شیرازی کا بھی اس لئے ذکر کر دیا ہے کہ سید عبد الجلیل کے تذکرہ میں انکا ذکر آگیا تھا انکا حال کسی کتاب میں موجود نہ تھا۔

مولانا مسعود کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ عربی' فارسی اور ھندی تینوں زبانوں میں صاحب دیوان تھے۔ میرا اگر چہ ھندی دیوان نہیں لیکن مین اس زبان کے وقائق سے بخوبی واقف اور اس میں مہارت تامہ رکھتا ہوں پھر وطواط کی حدائق السحر سے ان کے چند عربی اشعار نقل کرکے ان کے بعض الفاظ کی تشریح کی ہے۔

مولانا حسن صغانی لاہوری کے حالات میں لکھتے ہیں کہ وہ جامع العلوم تھے اور فقہائے حنفیہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی تصانیف میں مشارق الانوار کا بھی ذکر کیا ہے جو ان کی مشہور تصنیف ہے۔ (انہوں نے علامہ زمخشری کی المفصل کے ابیات کی شرح بھی لکھی ہے لیکن آزاد نے اس کا ذکر نہیں کیا)

مولانا شمس الدین یحی الاودی کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین کے مرید تھے۔ پھر یہ بھی بتایا ہے کہ مولانا جامی نے نفحات الانس میں حضرت نظام الدین کا ذکر کیا ہے۔

مولانا شیخ حمید الدین کے حال میں ان کی شرح ھدایہ کا ذکر کیا ہے اور اس کے متعلق صاحب کشف الظنون کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ھدایہ کی ایک نفیس شرح ہے۔ لیکن ابن کمال پاشا کہتے ہیں کہ اس میں تفصیل کی جگہ اجمال اور اجمال کی جگہ تفصیل سے کام لیا ہے اس لئے علماء میں مقبول نہیں اور وہ اپنی اکثر تصانیف میں تحقیق کی بجائے مجادلانہ رنگ اختیار کرلیتے ہیں۔ ہدایہ کی شرح میں بھی یہی روش اختیار کی ہے۔

قاضی عبدالمقتدر کے حال میں ان کے قصیدہ لامیہ کے اکثر اشعار نقل کرکے بعض الفاظ کی تشریح بھی کی ہے اس کے بعد اپنا اکاون شعر کا قصیدہ لامیہ بھی درج کر دیا ہے جو لامیہ ھند کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی ضروری تشریحات بھی لکھی ہیں۔

مولانا معین االدین عمرانی دہلوی کے متعلق لکھا ہے کہ سلطان محمد بن تغلق نے انہیں گرانقدر نفیس تحائف دے کر قاضی عضد الدین کی خدمت میں بھیجا تھا اور انہیں ہندوستان آنے کی درخواست کی۔ مولانا احمد تھا نیسری کے متعلق لکھا ہے کہ امیر تیمور نے ان کی علمی شہرت سن کر دہلی میں بلایا اور اپنی مصاحبت کے لئے منتخب کرلیا لیکن جب امیر تیمور نے روم پر لشکر کشی کی تو مولانا اس کے ہمراہ نہیں گئے۔ یہ بھی لکھا

ہے کہ امیر تیمور نے 801ء میں ہندوستان کو فتح کیا تو ایک شاعر نے فتح قریب سے تاریخ نکالی اور جب روم فتح کیا تو الم غلبت الروم سے تاریخ نکالی۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی تصانیف میں الحواشی علی الکافیہ کا ذکر کیا ہے مگر نام نہیں بتایا غالباً اس کا نام "غایۃ التحقیق" ہے۔

مولانا الشیخ علی المہائمی کی تصانیف میں ان سے ایک رسالہ کا ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے الم سے للمتقین کی نحوی ترکیب کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں پھر اس رسالے کے کئی اوراق بھی نقل کر دیے ہیں۔

مولانا شیخ سعد الدین خیر آبادی کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی ہر لوح کو ہزار مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔

مولانا شیخ علی المتقی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ بتایا ہے کہ انہوں نے جلال الدین سیوطی کی جمع الجوامع کو فقہی ابواب پر مرتب کیا اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ ان کے استاد تھے۔

شیخ محمد طاہر فتنی کے حال میں انکی شہادت کا واقعہ ذکر کیا ہے اور بتایا کہ انھیں سید محمد جونپوری کے مریدوں نے شہید کیا کیونکہ وہ انکی بدعات کی بشدومد سے تردید کیا کرتے تھے۔

ملا محمود جونپوری صاحب شمس بازغہ کی علوم حکمیہ میں انکی برتری ظاہر کرنے کے لیے وہ سارا مقالہ نقل کر دیا ہے جس میں انہوں نے میرباقر استر آبادی پر مسئلہ حدوث دہری میں ان کے نظریہ پر اعتراض کیے ہیں علاوہ ازیں ان کی کتاب الفوائد سے جو علم معانی سے متعلق ہے الوصل بین الجملتین کا مضمون نقل کر دیا ہے۔

مولانا شیخ عبداللہ بن شیخ سالم البصری کے حال میں لکھا ہے کہ انہوں نے دو دفعہ حرم کعبہ میں صحیح بخاری کا درس دیا پھر 1036ھ میں موسلادھار بارش سے خانہ کعبہ کے جو حصے مسمار ہوگئے تھے ان کا حال لکھا ہے۔

تیسرے باب میں اہل ھند کے عجیب و غریب استعارات و تشبیہات کو عربی اشعار میں منتقل کیا ہے۔ آزاد ان امور کو عربی میں منتقل کرنے کے موجد ہیں لکھتے ہیں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اہل ھند کی تشبیہات و استعارات کو عربی میں منتقل کروں اور کوئل کی آواز کو قمریوں کی سجع سے ہم نوا کروں۔ (16) اس کے بعد آنے والے لوگوں نے بھی ان کی پیروی کی ہے لیکن وہ ان کی گرد کو نہیں پہنچتے۔ آزاد نے جن محسنات کلام کا ذکر کیا ہے اس کے موجد امیر خسرو دہلوی ہیں۔

باب چہارم میں معشوقات اور عشاق کا ذکر ہے وہ ہندویوں کا ایک خاص فن ہے جسے وہ اپنی زبان میں

نا نکہ بعید کہتے ہیں جس کے معنے ہیں اسرار النسواں اس میں وہ لوگ عورتوں کی قسمیں بیان کرتے ہیں آزاد نے ان حالات کو عربی میں منتقل کیا ہے۔

الغرض تیسری اور چوتھی فصل مصنف کی جولانی طبع کا مرکز ہیں اور رنگیں طبع ادباء کے لئے سدا بہار گلزار ہیں۔

حواشی

1- شبلی نعمانی' الفاروق' مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ' لاہور' ص 38-
2- شبلی نعمانی' الفاروق' مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ' لاہور' ص 22-
3- ابن خلدون' مقدمہ' مکتبۃ المدرستہ و دارالکتاب لبنان بیروت' ص 22-
4- تفصیل کے لئے دیکھیے رسائل شبلی مطبوعہ علی گڑھ' ابن خلدون' مقدمہ' مطبوعہ بیروت ص 124' 32
5- عبداللہ سید' ڈاکٹر' ماہنامہ فکر و نظر: اپریل 1976
6- زبید احمد' ڈاکٹر: عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ' ص 7-
7- ایضاً' صفحہ 187
8- ایضاً' مقدمہ' صفحہ 13
9- شبلی نعمانی' مقالات حصہ 5' مطبوعہ معارف پریس' اعظم گڑھ
10- آزاد' غلام علی' ماثر الکرام' ص 4 مطبوعہ آگرہ' 1910ء
11- عبدالحق مولوی' ڈاکٹر: مقدمہ ماثر الکرام ص
12- آزاد' غلام علی' سبحۃ المرجان' ص 5 تا ص 24
13- آزاد' ابوالکلام' الہلال' 28 جنوری 1914ء
14- آزاد' ابوالکلام' الہلال' 28 جنوری 1914ء
15- شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ الجزء الاول' مطبوعہ الطباعہ المنیریہ' دمشق' ص 135-
16- آزاد' غلام علی' سبحۃ المرجان' ص 123-

★ ★ ★ ★ ★